حکیم محمد اخترؒ کے فرانس میں تبلیغی اسفار اور سلسلہ اختریہ کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

Hakim Muhammad Akhtar's Preaching Trips in France and the Research Review of the Impact of Silsilah-e-Akhtaria.

*ڈاکٹر ولید خان

**ثناء مریم

ABSTRACT

Moulana Shah Hakeem Muhammad Akhtar (RA) was born in 1923 in village/town Athyha in Distt. Purtapgarh, Purtabgarh is located in Uttar Pradesh (UP) India. Moulana Shah Hakeem Muhammad Akhtar (RA) got his religious education from his saint Moulana Abdul Ghani Pholpuri in Mudarasah Bait-ul-Aloom which is located in district Azam Ghur (India), His degree in medics (Tibb-e-Yonani) from Tibbya College Allahabad. Moulana Shah Hakeem Muhammad Akhtar (RA) was a Sufi as well as a great scholar, writer, and reformer. He was the founder of Silsla-e-Akhturia. He also started a Mudrasah named "Asharuf ul Madaris" in Karachi. A large number of followers and scholars are got the Uloom-e- Sharia (Islamic laws) as well as Tareeqat. He established an NGO "Al-Akhtar Trust International" in 2001 to serve Humanity.

Moulana Shah Hakeem Muhammad Akhtar (RA) traveled all over the world preaching point of view. A large number of France community is very impressed by his Silsala (Silsal-e-Akhtaria). The main objective of this article is to take a research review of Maulana Shah Hakim Muhammad Akhtar's Preaching in France and the Impact of Sislah-e-Akhtaria there.

KEYWORDS:

Hakim Muhammad Akhtar, Mystic, Scholar, France, travel.

تعارف

ایک مسلمان سے متعلق دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا ہے، نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے بچانا یہ اس اُمت کا اصل مقصدِ وجود ہے۔ پھر دینی اعتبار سے جو جتنا زیادہ ذمہ دارانہ حیثیت کا

---

*اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف سیالکوٹ

**ایم فل سکالر، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

حامل ہو، اس کی ذمہ داری بھی اسی قدر ہے، انبیاء علیہم لسلام کی زندگی سراپا دعوتِ خیر ہے۔ اس کے بعد علمائے صالحین اور مشائخ عارفین کا درجہ ہے پھر عام مسلمان ہیں۔ اگر معاشرہ کسی خیر سے محروم ہو جائے، یا کسی بُرائی میں مستقل طور پر مبتلا ہو جائے تو اسی نسبت سے عند اللہ جواب دہی بھی ہوگی اور باز پُرس سے بھی گزرنا ہوگا۔ خیر کی طرف بلانے کے مختلف ذرائع ہیں: اجتماعات ہیں، خطبات ہیں، رسائل و مکتوبات ہیں، کتابیں اور تحریریں ہیں، ان ہی میں ایک باہمی تبادلۂ خیال کی مجالس ہیں۔ یہ مجالس بعض اعتبار سے سب سے زیادہ مؤثر ہوتی ہیں، ان میں بات کرنے والا انفرادی اور شخصی طور پر مخاطب کی طرف متوجہ ہوتا ہے، یہ گفتگو تکلفات اور حجابات سے خالی ہوتی ہے، ان میں ہر طرح کی بات کی جاسکتی ہے، نرم بھی گرم بھی، شیریں بھی تلخ بھی، گاہے سنجیدہ مسائل، گاہے موعظت و تذکیر، کبھی شعر و سخن، کبھی لطائف وظرائف۔ اکثر اوقات ان کی تاثیر عام خطبات و مواعظ سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اور جب یہ گفتگو سینہ سے سینہ میں منتقل ہوتی ہے تو اس میں بھی ایک خاص لطف محسوس ہوتا ہے، پڑھنے والا ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ خود اس مجلس میں موجود ہے، پھر مضامین کا تنوع بھی اکتاہٹ سے بچاتا ہے۔

اسی لیے بزرگوں کے یہاں اس قسم کی مجالس کا معمول رہا ہے اور اہلِ ذوق ان مجلسوں میں عام مسلمانوں کو معنوی طور پر شریک کرنے کی غرض سے ان کو مرتب کرتے رہے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی ابتدا خود سید الانبیاء والرسل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی ہے۔ حدیثیں جو اس وقت مرتب صورت میں موجود ہیں وہ زیادہ تر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس ہی سے عبارت ہیں، خطبات تو چند ہی منقول ہیں، مکتوبات شاید ان سے بھی کم ہیں۔ احکامِ شریعت پر مرتب کرائے ہوئے رسائل (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس املا کرائے تھے) ایک آدھ ہی ہیں، اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کچھ فرمودات ہیں وہ زیادہ تر ایسی ہی مبارک مجلسوں کے مبارک "ملفوظات" ہیں۔ یہ مجلسیں ہر صبح وشام آراستہ ہوتی تھیں، مسجدِ نبوی ان مجالس کا مرکز تھی، اگر کبھی بیماری کی وجہ سے مسجد تشریف نہ لا پاتے تو کسبِ فیض کے لیے جاں نثار خود درِ اقدس پر حاضر ہو جاتے، کسبِ معاش کے مسائل اگر ہر روز حاضری میں مانع ہوں تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوسرے کے ساتھ اپنی جوڑی بنا لیتے، ایک دن یہ صبح سے شب تک دربارِ نبوی میں حاضر رہتے، دوسرے دن وہ، اور اپنے ساتھی کی کاروبار سے واپسی کے بعد دن بھر ان مجلسوں کا حال سنتے سناتے۔ بعض ایسے عشاق تھے کہ شب وروز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر پڑے رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات کی حفاظت کے لیے فاقہ مستیوں کی سنت بھی ادا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

بعد کے ادوار میں بھی اس قسم کی مجالس کو مرتب کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ہندوستان جو صدیوں سے مشائخ وعارفین کا مرکز رہا ہے، اور جہاں ایک زمانہ میں شہر شہر، قریہ قریہ خانقاہیں آباد رہی ہیں، اور مسلم سماج میں ان کو ایسی مقبولیت اور محبوبیت حاصل رہی ہے گویا یہ مسلم سماج کے لیے ایک طرح کا مرکز ثقل تھا، جو عوام وخواص اور فقراء

وسلاطین کی چشم عقیدت و احترام کا سرمہ تھیں، وہاں ایسی مجالس کا رواج بھی زیادہ تھا اور لوگوں کو اس سے دلچسپی بھی زیادہ تھی، اس سے بڑی اصلاح ہوتی تھی، خاص طور پر ''نہی عن المنکر'' کا اس سے زیادہ کوئی مؤثر ذریعہ نہیں تھا۔ ماضی قریب کے علماء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی مجالس کا خاص شہرہ تھا، ان مجلسوں نے کتنی ہی مٹی کو پارس اور پتھر کو موم بنایا ہے۔ کیا علماء اور کیا عوام، کیا امراء اور نوابان اور کیا رعایا، کیا شعراء اور سخن وراں اور کیا فقہاء و مفتیان؟ ہر طبقہ کے لوگ آپ کے اسیر انِ محبت میں تھے، ان بافیض مجلسوں کو مرتب کیا گیا اور آج وہ اہلِ دل اور اہلِ طلب کے لیے خضر طریق ہیں۔ اسی میکدۂ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بادہ خواروں میں حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد ابرار الحقؒ، اور ان دونوں بزرگوں کے فیض یافتگان میں حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ تھے، جو تھانوی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، اپنے سامعین و مستفیدین کو بادۂ محبت پلاتے ہیں اور مست مئے عشقِ حقیقی کرتے ہیں، مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے شارح خاص ہیں اور مثنوی کے اشعار کی ایک شرح بھی آپ کے قلم فیض رقم کا اثر ہے۔ پیر رومی نے کس کس کو مرید نہیں کیا؟ صاحبِ دل کو بھی، صاحبِ دماغ کو بھی، صوفی کو بھی، فلسفی کو بھی۔ بارگاہِ رومی کی ارادت بھی ایک تمغۂ امتیاز ہے، حکیم صاحب بھی اس بارگاہ کے عارفین بلکہ عاشقین میں ہیں۔ یہ ان ہی کے ملفوظاتِ بابرکات کا مجموعہ ہے، جو ورق ورق روشن ہے، جس میں قرآن ہے، حدیث ہے، فقہ ہے، تصوف ہے، سوز و گداز ہے، تربیت و اصلاح ہے، تذکیر و موعظت ہے، علمی نکات ہیں، عارفانہ نکتہ پنہاں ہیں، دل کو چھوتے ہوئے اشعار ہیں اور دماغ پر نقش چھوڑ جانے والی باتیں ہیں۔ ملفوظات کی ترتیب بھی اس سلیقے سے کی گئی ہے کہ ملفوظات کو موضوع وار الگ کر دیا گیا ہے اس نے ملفوظات کی افادیت کو اور بڑھا دیا ہے۔ آپؒ نے تصنیفی کام ساتھ ساتھ اپنی زندگی میں احباب کے ہمراہ فرانس میں کئی تبلیغی اسفار کیے اور فرانس میں سلسلہ اختریہ متعارف کروایا۔ آپؒ کے تبلیغی اسفار کی وجہ سے لاکھوں فرزندان اسلام تعلق مع اللہ کی دولت سے مستفید ہوئے۔

ہر گناہ میں عذاب کی خاصیت ہے

فرانس کے جذیرہ ری یونین میں مولانا شاہ حکیم اخترؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ اگر قلب سلیم ہے تو ہر گناہ میں اس کو عذاب محسوس ہو گا۔ اگر ایک نظر بھی کسی کرسچین لڑکی پر یا کسی بھی حسین پر ڈال دی تو اس کے دل پر عذاب شروع ہو گیا، اس کو پریشانی اور اندھیرے محسوس ہوں گے بشرطیکہ قلب سلیم ہو اور گناہوں کے تسلسل سے مردہ نہ ہو چکا ہو تو ایک نظر غلط پڑنے سے کانپ جائے گا۔ اس لیے وہ کہے گا کہ توبہ کے راستہ ہی میں خیریت ہے، آنکھ بند رکھو اور سکون سے رہو۔ یہاں ری یونین کی سڑکوں پر بس ڈرائیور تو آنکھیں کھلی رکھے، وہ اگر آنکھ بند کرے گا تو ایکسیڈنٹ ہو جائے گا لیکن باقی لوگوں کو اِدھر اُدھر جھانکنا مناسب نہیں ورنہ گناہ سے نہیں بچ سکتے یہاں عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں قصدِ عدمِ نظر ضروری ہے یعنی یہاں سڑکوں پر نکلتے وقت دیکھنے کا ارادہ نہ ہونا کافی نہیں بلکہ گھر سے نکلتے وقت یہ ارادہ ہو کہ نہیں دیکھنا

ہے تو کامیاب ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ تلخی حیات لازم ہے۔ جو اس میں شک کرے گا کافر ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا[1]

جو میری نافرمانی کرے گا اس کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ اور جملہ اِسمیہ سے بیان فرمایا یعنی دواماً اس کی زندگی تلخ رہے گی، ہمیشہ پریشان رہے گا۔ اور اعمال صالحہ کے ساتھ کیا بشارت ہے؟ فرماتے ہیں فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں رہے گا اس کو ہم ضرور ضرور بالطف حیات دیں گے۔ آہ! یہ ترجمہ حکیم الامت کا ہے۔ سبحان اللہ! حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں خالقِ حیات ہوں، میں زندگی دیتا ہوں تو جو مجھ کو خوش کرتا ہے میں اس کی حیات کو بالطف کر دیتا ہوں۔ اے ظالمو! تم لطفِ حیات کہاں تلاش کرنے جا رہے ہو؟ میرے غضب اور قہر کے اعمال میں، میری نافرمانی میں؟ اگر تم کو لطف لینا ہے تو مجھ سے تعلق قائم کرو، مجھ کو خوش رکھو، ان ننگی ٹانگوں میں کچھ نہیں ہے بس خون اور پیپ بھری ہوئی ہے، ابھی روح نکل جائے تب دیکھنا کہ تین دن کے بعد ان کا کیا حال ہوتا ہے۔

بالطف حیات کا حصول اور تلخ حیات سے نجات

فرانس کے جذیرہ ری یونین میں مولنا شاہ حکیم اختر ؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مسلسل بارش اپنے اوپر برسانے کے لیے، چین سے جینے کے لیے، کلفتوں سے بچنے کے لیے، بالطف حیات کے لیے اور معذب اور تلخ حیات سے بچنے کے لیے کلام اللہ کی بس یہ دو آیتیں ہمیشہ سامنے رکھیے۔ جو اللہ کو راضی کرے گا، نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم اس کو بالطف حیات دیں گے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً کا ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے۔ جو زندگی کا خالق ہے، مالک ہے جب اس کا یہ اعلان ہے تو اس کا قول معتبر ہو گا یا ہمارے دل کا کہ چلو زِنا کرو، بدمعاشی کرو، کر سچین لڑکیوں کے حسن کو دیکھو، سمندر کے ساحل پر جاؤ جہاں وہ ننگی ہو کر اپنا رنگ تبدیل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ بتائیے! کس کا قول صحیح ہو گا؟ جس نے زندگی دی اس کا قول صحیح ہو گا یا ان کا قول صحیح ہو گا جو مرنے والے ہیں، جن کو خود اپنی زندگی پر کوئی قدرت اور کنٹرول نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا مر جائیں گے، تو کہاں خالقِ حیات کا قول اور کہاں وہ حیات جو مستعار ہے جس حیات کو اپنی حیات پر کوئی قدرت اور اختیار نہیں، جس وقت چاہے اللہ اس کو موت دے دے، بچے بھی مرتے ہیں، جوانوں کو بھی موت آتی ہے، قبرستانوں میں جائیے تو عمر کا کوئی دور ایسا نہیں جو وہاں موجود نہ ہو، ایک سال کا بچہ بھی ہو گا تو دس سال کا لڑکا بھی ہو گا، بیس سال کا جوان بھی ہو گا اور ساٹھ ستر سال کے بوڑھے بھی ہوں گے۔ جو خالقِ حیات ہے اس کا یہ ارشاد ہے کہ اگر بالطف زندگی چاہتے ہو تو اسے میری نافرمانی میں

تلاش کرنے کی حماقت سے باز آجاؤ کیوں کہ میں خالقِ حیات ہوں، لطف کا بھی خالق ہوں، تم عبد اللطف مت بنو، عبد اللطیف بنو، ہمارے ذمہ ہے کہ اگر تم ہم کو خوش کروگے تو ہم تم کو بالطف حیات دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً[2]

جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کرے تو ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے۔ اس آیت کے بعد پھر اعمالِ صالحہ کے خلاف کہیں اور لطف تلاش کرنا حماقت ہے۔ فاسقانہ اعمال میں، نافرمانی میں جو شخص لطف تلاش کرتا ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو عالم ہو، پیر ہو، صوفی ہو، کسی قوم کا ہو، کسی ملک کا ہو دوستو! اس سے بڑھ کر بین الاقوامی بے وقوف اور گدھا کوئی نہیں ہو سکتا کہ اتنے بڑے مالک کے اِرشاد کے بعد نافرمانی میں لطف تلاش کرتا ہے اور نافرمانی کے مختلف درجات ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ آنکھوں سے دیکھ لیا، یہ آنکھ کا زِنا ہو گیا، دوسرے یہ کہ بالکل ہی فحش میں مبتلا ہو گیا، جس درجہ کا گناہ ہو گا اس درجہ کی تلخی حیات لازم ہو گی۔ لہٰذا گناہ کے مقدمات سے بھی بچیے، اگر نفس نے ادنیٰ سی حرام لذت بھی حاصل کرلی تو سمجھ لیجیے کہ وہ شخص اللہ کی طرف سے اُتنا معذب ہو جائے گا جتنا حصہ نفس نے حرام لذت کا درآمد کیا ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ جب فرماں برداری پر، اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنے پر اتنا بڑا انعام ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ میں تمہیں بالطف حیات دوں گا کیوں کہ میں تمہاری حیات کا خالق ہوں، تم نے اپنی حیات کو اپنے خالق پر فدا کیا تو میری ذمہ داری ہے کہ میں تم کو خوش رکھوں، تم نے اپنی حرام خوشیوں کا خون کیا، اپنی خوشیوں کو خاک میں ملایا تو احساناً خالقِ افلاک کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ تمہیں خوش رکھے اور بالطف حیات دے۔[3]

آپ ؒ نے فرمایا کہ آپ اپنے تجویز کردہ لطف میں یہ بات کہاں حاصل ہو سکتی ہے؟ اس میں تو ہمیشہ پریشانی رہے گی۔ بتائیے! نفس کیا تجویز کرتا ہے؟ یہی کہ کسی حسین کو مت چھوڑو، سب کو دیکھ لو اور صرف دیکھو ہی نہیں ساری منازل طے کرلو، لیکن یہ نفس دشمن کا مشورہ ہے، دیکھ لو اس میں کیا ملتا ہے، گناہ میں کبھی کسی نے چین پایا ہے؟ نافرمانی پر تلخ زندگی کی وعید ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر حیاتِ طیبہ کا انعام ہے۔ حَيٰوةً طَيِّبَةً کو لام تاکید بانون ثقیلہ سے کیوں بیان فرمایا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے اور عنوان تو دیکھیے کہ لام تاکید بانون ثقیلہ سے وعدہ فرمایا کہ ضرور ضرور ہم ایسے بندوں کو بالطف حیات دیں گے، تو یہ لام تاکید کیوں نازل کیا؟ اللہ اتنے بڑے مالک ہیں، اتنے بڑے صادق القول ہیں کہ ان کا بغیر لام تاکید کے فرمادینا ہی کافی تھا پھر یہ لام تاکید بانون ثقیلہ اس لیے نازل فرمایا کہ تم ہمارے اس وعدہ کو خفیفہ مت سمجھو، بانون ثقیلہ اس لیے نازل کر رہا ہوں کہ میرا وعدہ معمولی بات نہیں ہے، بہت بھاری بات ہے، میرا وعدہ بہت وزنی وعدہ ہے۔ نون ثقیلہ کا یہ ثقل تو لغت کی بات ہے، لیکن اصل میں ہمارا وعدہ بہت بھاری ہے تاکہ تم اس کو خفیفہ نہ سمجھو، ہلکا نہ سمجھو بلکہ یقین رکھو کہ اپنی فرماں برداری پر وہ

ضرور بالضرور بالطف زندگی دیں گے۔ اور اس کا دوسرا پہلو بھی سوچیے کہ جب فرماں برداری پر ایسا انعام ہے تو نافرمانی پر اس کا عکس ہو گا یا نہیں؟ جب فرماں برداری پر بالطف زندگی کا وعدہ ہے تو نافرمانی پر سلبِ لطف ہو گا یا نہیں؟ آپ لوگ تو ماشاء اللہ علماء ہیں، بتائیے قضیہ عکس ہو جاتا ہے تو نافرمانی پر اس کا عکس ہو گا یا نہیں؟ لہٰذا جو نافرمانی کرے گا، گناہ سے حرام لذت کو اپنے دل میں درآمد کرے گا، تو بالطف حیات کا وعدہ اس کے لیے ختم ہو جائے گا اور اس کا عکس ہو جائے گا فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا ہم اس کی زندگی کو تلخ کر دیں گے۔ آہ! خالقِ حیات جس کی زندگی کو تلخ کرنے کا فیصلہ کر لے، تو کون ظالم ہے جو پوری کائنات میں کہیں مزہ پا جائے؟ ہر طرف اس کو عذاب ہی عذاب نظر آئے گا۔ ہمارے میر صاحب نے ایک بہت عمدہ شعر کہا ہے کہ گناہ کے بعد دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے

یا صدورِ گناہ سے دل کی
تنگ ہونے لگے فضائے بسیط[4]

دو علمِ عظیم

ری یونین (فرانس) میں مولانا شاہ حکیم اخترؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا یعنی ہم کو خوش کرے گا اور اپنی حرام خوشیوں پر خاک ڈالے گا، ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے انعام کا وعدہ بصورت جملہ فعلیہ فرمایا فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً تو یہاں جملہ فعلیہ کیوں نازل فرمایا اور نافرمانی پر عذاب کے لیے جو وعدہ فرمایا وہاں جملہ اسمیہ نازل فرمایا فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا اس میں کیا راز ہے؟ میرے دل میں ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی جو زندگی میں پہلی بار یہاں مولانا داؤد اور ان کے والد کے گھر بیان کر رہا ہوں کہ انعام کا وعدہ تو جملہ فعلیہ اور مضارع سے فرمایا اور عذاب کی وعید جملہ اسمیہ سے فرمائی۔ راز اس میں یہ ہے کہ نافرمان ہر وقت دائمی طور پر معذب رہے گا اور جملہ اسمیہ دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے، چوں کہ گناہ کی سزا میں اس کی دنیاوی زندگی کو دائماً عذاب میں مبتلا رکھنا ہے لہٰذا نافرمانی کی وجہ سے یہ دواماً پریشان رہے گا اس لیے جملہ اسمیہ سے فرمایا فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا زندہ تو رہے گا مرے گا نہیں لیکن حیات تلخ رہے گی، نہ جیے گا نہ مرے گا ہر وقت پریشان رہے گا، ایسی زندگی کیا زندگی ہے؟ جیسے کہتے ہیں کہ زندگی اور موت کے درمیان میں جی رہا ہوں۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے ان لوگوں کی حیات کا نقشہ کھینچا ہے جو حسینوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے عشق میں مبتلا رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

؎ عشقِ بتاں میں اسعد کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کے اعمال میں تم جنت تلاش کر رہے ہو فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا اس کی زندگی دائمی طور پر تلخ ہو جائے گی۔[5]

حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کو جملہ فعلیہ سے بیان کرنے کی حکمت

آپؒ نے فرمایا کہ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کے انعام کو فعلِ مضارع سے کیوں بیان فرمایا؟ فعلِ مضارع میں استمرار کے ساتھ تجدد بھی ہوتا ہے یعنی ایسے شخص کو ہر وقت نئی نئی لذت عطا ہو گی، روزہ کا مزہ الگ، نماز کا مزہ الگ، سجدہ کا مزہ الگ، رکوع کا مزہ الگ، قیام کا مزہ الگ، قعود کا مزہ الگ، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کا مزہ الگ، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا مزہ الگ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً میں تجدد استمراری ہے لہٰذا ہر وقت نئی نئی لذت ملے گی۔ جس کا محبوب ہر وقت نئی شان رکھتا ہو کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ اس کے عاشقوں کی بھی ہر وقت نئی شان رہتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں یوم کے معنی دن کے نہیں بلکہ وقت کے ہیں، اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَحْظَۃٍ مِّنَ اللَّحْظَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ[6] ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہے اور اس کا عکس ان کے عاشقوں پر بھی پڑتا ہے، جس سے ان کا ہر لحظۂ حیات، ہر لمحۂ حیات ایک نئی شان کا ہوتا ہے، ان کی بھی ہر وقت ایک نئی شان ہوتی ہے، کھانے کے وقت ایک نئی شان ہے، کھا رہے ہیں اور شکر ادا کر رہے ہیں، کھانے کے بعد ایک دوسری شان ہے، کھانے کے بعد دعا پڑھ کر لطف حاصل کر رہے ہیں، پھر دستر خوان سے اُٹھنے کی دعا پڑھ کر حمد کا مزہ لے رہے ہیں اور بندگی اور فقر و احتیاج کی ایک نئی شان میں ہیں۔ پھر دین کی بات بھی سنا کر جس کی کھائی اُس کی گائی کا لطف لے رہے ہیں یعنی جس کا کھایا ہے اس کی تعریف بھی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی کیا شان ہے کہ کتنا عمدہ کھانا کھلایا۔ غرض اللہ کے عاشقوں کی بھی ہر وقت ایک نئی شان ہے۔ بالطف زندگی کے انعام کو فعلِ مضارع سے بیان کرنے میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ہر وقت ایک نیا مزہ عطا فرماتے ہیں، ہر وقت ایک نیا لطف عطا ہوتا ہے، نماز کا، روزہ کا، حج کا، عمرہ کا، بزرگوں کے پاس بیٹھنے کا اور ایک بڑا لطف اور ہے جس کا نام حلاوتِ ایمانی ہے جو نظر بچانے سے ملتا ہے۔ یہ جو نظر بچانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے یہ نفس دشمن کو ہوتی ہے روح کو نہیں ہوتی، روح کو تو حلاوتِ ایمانی ملتی ہے، سکون ملتا ہے کہ الحمد للہ! اس حسین کے نوک پلک سے بچ گئے، ورنہ دل مفت میں پریشان رہتا کہ نہ جانے کیسی ہو گی، حالاں کہ جیسی بھی ہو ہم سے کیا مطلب، وہ اپنے شوہر کو مبارک ہو، جب ہماری نہیں ہے تو ہم کیوں اس کو دیکھیں؟ ہم دوسروں کی چیز کو دیکھیں ہی کیوں؟ جو ہمارے لیے حرام ہے ہم کیوں اس کا خیال لائیں؟ اگر لڑکی ہے تو اس کا شوہر اس سے مزہ لے وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہے اور لڑکا ہے تو اس کی بیوی اس سے لطف اندوز ہو لیکن دوسرا آدمی دوسرے کی چیز کو کیوں دیکھے اور اللہ کا غضب مول لے اور مفت میں اپنے دل کو پریشان کرے۔[7]

بدنظری کا مرض

ری یونین (فرانس) میں مولانا شاہ حکیم اخترؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ نظر بازی بے وقوفوں کا مرض ہے، کیوں کہ بد نظری سے وہ مل تھوڑی جائے گی، لہٰذا دیکھنا بے وقوفی ہے یا نہیں کہ ملنانہ ملانا مفت میں دل کو جلانا۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ پنجاب کا ایک نیا شادی شدہ جوڑا ریل کے ڈبہ میں بیٹھا تھا اور سامنے دوسری ریل میں ایک بد نظری کا مریض بیٹھا تھا وہ بار بار اُٹھ کر اس نوجوان پنجابی کی بیوی کو دیکھتا تھا۔ اس نوجوان کو غصہ آگیا اور وہیں سے چیخ کر کہا کہ ابے خبیث کے بچے! میری عورت کو کیوں دیکھتا ہے؟ لاکھ دیکھ لے مگر تجھے ملے گی نہیں، رات کو میرے ہی پاس سوئے گی۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنے وعظ میں نقل کیا اور فرمایا کہ واقعی بد نگاہی کا گناہ احمقانہ ہے کہ ملنا ملانا کچھ نہیں اور اللہ کا غضب مفت میں مول لینا ہے، لیکن شیطان کہتا ہے کہ دوزخ تو اُدھار ہے گناہوں سے نقد مزہ لے لو، لیکن اس سے کہہ دیجیے کہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کی ایک نقد دوزخ شروع ہو جاتی ہے، فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ جس سے ناراض ہوتا ہے اُس کی زندگی اُسی وقت تلخ ہو جاتی ہے۔ فائے تعقیبیہ ہے یعنی جیسے ہی گناہ ہوا اور دل میں پریشانی آئی، یہ بھی ایک دوزخ ہے۔

تقویٰ سے دنیا ہی میں کیفِ جنت

آپؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ اسی طرح جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور نظر بچاتا ہے تو اُسی وقت حلاوتِ ایمانی اُس کے دل میں اُتر جاتی ہے، ذرا کوئی عمل کر کے تو دیکھے کہ دل کو کیسی حلاوت ملتی ہے، یہ دنیا کی جنت ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام رکھا ہے جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حضوریٔ قلب میں رہنا یہ وہ جنت ہے جو متقی بندوں کو دنیا ہی میں عطا ہو جاتی ہے جس سے وہ ہر وقت ایک کیف اور مستی میں رہتے ہیں، ان کے دل کی خوشی کے عالم کو دوسرا نہیں سمجھ سکتا، اللہ بے مثل ہیں، ان کی عطا فرمودہ کیف و سرمستی بھی بے مثل ہوتی ہے، ہم اس کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔[8]

حلاوتِ ایمانی کی لذتِ بے مثل

فرانس میں مولانا شاہ حکیم اخترؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ نورِ تقویٰ سے جو حلاوتِ ایمانی قلب کو نصیب ہوتی ہے، اس حلاوت کی مثال ہم دنیا میں کسی چیز سے نہیں دے سکتے، نہ شہد سے، نہ شکر سے، نہ ملیدہ سے، نہ حلوہ سے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے تو ان کے قرب کی لذت کی بھی کوئی مثال نہیں خود فرمادیا وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ہمارا کوئی کفو اور ہمسر نہیں اور لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اللہ تعالیٰ کے جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو ان کے نام کی مٹھاس کو ہم کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ ساری کائنات کی لذتوں سے مافوق اور بالاتر ان کے نام کی لذت ہے جس کو دل ہی محسوس کرتا ہے اور یہ قرب کی جنت تو اللہ کے عاشقوں کو اس دنیا میں ملتی ہے جس کو صوفیاء نے جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى فرمایا اور آخرت کی جنت کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جَنَّةٌ فِيْ الْعُقْبٰى بِلِقَاءِ الْمَوْلٰى[9]

حق تعالیٰ کی محبوبیت کی انوکھی دلیل

مولانا شاہ حکیم اخترؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کافروں کو دھمکی دی ہے کہ قیامت کے دن ہم تم کو اپنا دیدار نہیں کرائیں گے کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ[10] یہ آیت اللہ کی شانِ محبوبیت کی دلیل ہے کیوں کہ آج تک دنیا کے کسی حاکم نے مجرموں کو یہ سزا نہیں سنائی کہ ہم تمہیں اپنے دیدار سے محروم کردیں گے، کیوں کہ وہ حاکمِ محض ہوتے ہیں، محبوب نہیں ہوتے اور اگر کوئی حاکم یہ اعلان کرے کہ ہم تمہیں اپنا دیدار نہیں کرائیں گے تو مجرم کہیں گے کہ تیری صورت پر جھاڑو پھرے تو بس ہماری سزا معاف کردے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد اس بات کی دلیل ہے کہ وہ محبوب ہیں جو اُن سے محجوب ہو گیا بہت بڑا محروم ہو گیا۔ اسی لیے اپنے دیدار سے محجوبی کو موقع سزا میں بیان فرمایا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس وقت کا یہ مضمون ہدایت و تقویٰ حاصل کرنے اور ولی اللہ بنانے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ عمل کرو اور اگر عمل نہ کرو تو لاکھ برس کسی شیخ کے ساتھ رہو اور لاکھوں ملفوظات یاد کرلو بلکہ جامع الملفوظات، کاتب الملفوظات اور ناشر الملفوظات بھی ہو جاؤ لیکن خود ولی اللہ نہیں بنو گے، تمہاری باتوں کو پڑھ کر اور عمل کرکے دوسرے ولی اللہ بن جائیں گے۔ اس لیے خود بھی عمل کیجیے۔ انسان سوپ اور یخنی پکائے اور خود نہ پیے تو کمزور رہے گا یا نہیں؟ علماء کی ذمہ داری ہے کہ ہم جتنا علم کو نشر کرتے ہیں اس سے زیادہ پہلے ہم اس پر عمل کریں۔ اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے، جو خود باعمل ہوتا ہے اس کی بات میں اللہ تعالیٰ اثر ڈال دیتے ہیں اور اگر بد عمل انسان وعظ کہے گا یا ملفوظات شائع کرے گا تو اس میں وہ اثر نہیں ہو گا جو اہلِ تقویٰ کی بات میں اللہ تعالیٰ ڈالتے ہیں۔

محبت کی کرامت

آپؒ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کے مقابلے میں محبت کی وجہ سے زیادہ درجہ ملا ہے۔ یہ روایت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَکْرٍنِالنَّاسَ بِکَثْرَۃِ عِبَادَۃٍ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر جو فضیلت حاصل ہوئی وہ زیادہ عبادت سے نہیں ہوئی وَلَا بِکَثْرَۃِ فَتْوٰی وَلَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ نہ تو ان کی روایات زیادہ ہیں، نہ عبادات زیادہ ہیں اور نہ زیادہ فتویٰ دیئے وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ مَّا وُقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ[11] لیکن ان کے سینہ میں اور ان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو مقام تھا بس وہ چیز ان کو اوپر لے گئی کہ انہوں نے جان کو جان نہ سمجھا کہ غارِ ثور میں سانپ کے بل پر اپنا انگوٹھا لگا دیا اور سانپ نے کاٹ بھی لیا، جب بھی کوئی بھی موقع آیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر لحاظ سے سب سے پیش پیش رہتے تھے، جنگ اُحد میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے آپ کا خون نہیں دیکھا جاتا، میں خونِ نبوت بہنے کا تحمل نہیں کرسکتا لہٰذا تلوار کھینچ لی اور کہا کہ آج ان کافروں کو ماروں گا یا شہید ہو جاؤں گا، میری زندگی کس کام کی ہے کہ میں اپنے نبی کا خون اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ تو جس وقت تلوار کھینچ کر آگے بڑھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

خون بہہ رہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شِمْ سَیْفَکَ اے ابو بکر! تلوار کو میان میں رکھ لَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ[12] شہید ہو کر مجھے جدائی کا غم مت دو، اس سے پتا چلتا ہے کہ صدیق کا درجہ شہیدوں سے زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ وہ کارِ نبوت انجام دیتا ہے۔ اس لیے قرآن کا اسلوبِ بیان اور اسلوبِ نزول دیکھیے: مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ[13] آہ! جنہوں نے جان دی وہ پیچھے رہ گئے زندہ شہید سے لہٰذا زندہ شہید بنو اور زندہ شہید وہ ہے جو اللہ اور رسول پر ہر وقت فدا رہے اور دین کے کام اور دین کی محنت پر اپنی جان ومال کو قربان کرتا رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کا خون کرتا رہے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے تو ان شاء اللہ یہ شہیدوں سے افضل ہو گا، اللہ تعالیٰ نے صدیق کو شہید سے پہلے بیان کیا اور صدیقین جمع نازل کیا یعنی قیامت تک ایسے صدیقین اور اولیاء اللہ پیدا ہو سکتے ہیں جو شہیدوں سے افضل ہوں گے باوجود اس کے کہ وہ حیات ہوں گے لیکن رات دن دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف ہونے اور اللہ کے عشق میں آہ وفغاں کرنے اور اخلاص کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے وہ شہیدوں سے افضل ہوں گے، ان ہی کی برکت سے اللہ کے عشاق پیدا ہوتے ہیں ورنہ اگر خالی کتاب رہ جائے تو عشق تو کسی درجہ میں ہو سکتا ہے لیکن عشق کی رہنمائی نہیں ہو سکتی، عشق غلط جگہ پہنچ جائے گا یعنی عشق حد سے زیادہ بڑھ جائے گا اور بدعتی ہو جائیں گے۔

وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ کی شرح

آپؒ نے فرمایا کیوں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ کی شرح لکھی ہے کہ یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں کھانا کھلایا ہے، پانی پلایا ہے اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ہم شریفانہ کھا رہے ہیں کیوں کہ آپ نے ہم کو مطیع و فرماں بردار بنایا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ اَیْ مِنَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَ الْمُنْقَادِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ اَمْرِ الدِّیْنِ[14] آپ نے ہمیں تمام اُمورِ شریعت کا پابند بنایا ہے اب ہم مطیعانہ، شریفانہ، فرماں برداری اور شرافت کے ساتھ کھا رہے ہیں ورنہ غیر شریفانہ کھانا ہوتا۔ مجھ کو ایاز کے واقعہ سے اتنا سبق ملتا ہے جب میں سوچتا ہوں کہ آہ ایاز نے کیا جواب دیا کہ اے مہترانِ نامور، اے معزز وزیرو! تم مجھ کو کافر بنا رہے ہو کہ میں نے موتی توڑ دیا۔ بتاؤ، بادشاہ نے کیوں حکم دیا تھا کہ اس کو توڑو:

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گُہر

شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی تو جس وقت آپ سڑکوں پر ہوں اس آیت کا مراقبہ کریں اور اس شعر کو سامنے رکھیں کہ اللہ نے ہم کو غضِ بصر کا حکم دیا ہے اب یہ حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ مرنے والی لاشیں؟ جو غضِ بصر کے حکم کو توڑ کر ان حسین موتیوں کو دیکھتے ہیں تو اگر ان پر ابھی لقوہ گر جائے یا فالج گر جائے اور ان کا چہرہ خوفناک جغرافیہ والا بن جائے تو پھر اپنی طبیعت سے بھاگتے ہیں حکمِ الٰہی سے نہیں بھاگتے، کیا حال ہے ہمارے ایمان کا، اللہ ہمارے حال پر رحم کر دے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو معاف کر دے، کوئی مستثنیٰ نہیں ہم سب اس میں شامل ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ

علیہ کو دعا دو کہ اللہ اس شخص کی قبر کو نور سے بھر دے کہ جس نے ایسے پیارے انداز سے امت کو غضِ بصر اور باطل خداؤں سے صَرفِ نظر کرنا سکھایا۔

اللہ سے دعا کرو کہ یا اللہ! ہم ان حسینوں پر نظر انداز نہ ہوں اور اللہ کے حکم کو نظر انداز نہ کریں پھر دیکھو ایسا چین اور ایسا سکون ملے گا کہ میں ایک لاکھ قسمیں کھاتا ہوں کہ جس دن ان حسینوں سے نظر بچانے پر آپ کو کنٹرول حاصل ہو جائے گا قلب کو اتنا سکون ملے گا، اتنی بہار ملے گی کہ گھاس کا ایک ایک تنکا اور پہاڑ کا ایک ایک ذرہ اور سبزہ وچاند اور سورج اور آسمان وزمین اور سمندر کا ہر قطرہ آپ کو توحید کا جام ومینا معلوم ہو گا۔ ان حسینوں کے جسم، بال، ان کے مال اور ان کی پنڈلی اور ان کی ران یہ سب ہمارے لیے حجابات ہیں اور اتنے بڑے حجابات ہیں کہ انسان اِن مردہ لاشوں میں پھنس کر اپنے اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ سوچو اس بات کو کہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے جس لیلیٰ کی وجہ سے انسان خالقِ لیلیٰ سے محروم ہو جائے ایسی لیلیٰ کو لات مارو اور عاشقِ مولیٰ بنو، یہ حسین آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے، مولیٰ ہی کام آئے گا۔ میں ان لوگوں سے ایک سوال کرتا ہوں جو کہتے ہیں کہ صاحب نظر بچانے میں بڑی مشقت ہے اور اس سے بچنا بہت مشکل ہے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ ہم سب کو سلامت رکھے لیکن اگر اللہ کسی کے کوئی مرض پیدا کر دے تو کیا ہو گا، ارے ابھی تو ہم میں خوب طاقت ہے، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اللہ پاک ہم کو بد نظری سے محفوظ فرمائے۔[15]

فرانس میں سلسلہ اختریہ کے اثرات

آپؒ نے فرانس میں اپنے مریدیں و متعلقین کے دلوں میں حصول علم کی جستجو و لگن پیدا کی۔ سلسلہ اختریہ کی بدولت فرانس کے لوگ اپنے کردار و اخلاق کو سنوارنے کی فکر میں لگ گئے۔ حقیقت میں آپؒ ایک سمجھدار اور باصلاحیت مربی تھے۔ آپؒ نے نہ صرف اپنے مریدین کی اصلاح بلکہ پورے فرانس کی مسلم کمیونٹی کی اصلاح کی کوشش کی، جس کی بدولت نہ صرف سلسلہ اختریہ سے منسلک لوگوں نے استفادہ کیا بلکہ عام لوگوں میں بھی اپنی زندگی کو دین اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش اور فکر میں لگ گئے۔ آپؒ کی سوچ و محنت آفاقی تھی۔ آپؒ نہ صرف اپنی ذات کے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی ایک کردار ساز تھے۔ آپؒ نے فرانس میں اپنے مریدین کی ایسی کردار سازی کی کہ آپؒ کے مریدین مکمل اتباع سنت اور طریقت کے معانی اور مفہوم سمجھنے والے بن گئے۔ آپؒ سے فرانس کے بے شمار انسانوں کو نئی روحانی زندگی ملی جسکی وجہ سے ہزاروں انسانوں میں ایسا روحانی انقلاب پیدا ہوا جس کی وجہ سے ضمیر پر سکون ہو گئے، نظروں کو آسودگی حاصل ہوگئی اور دل کو یقین و معرفت اور خاندانوں کو تعلق مع اللہ حاصل ہوا۔ فرانس کے ہزاروں خاندانوں سلسلہ اختریہ سے منسلک ہو کر روحانی مجالس اور وعظ و نصیحت سے تقویٰ کی دولت حاصل کی اور اسلام کے مطابق جینے کا ڈھنگ سیکھا اور سلسلہ اختریہ کے روحانی اثرات سے صحیح معنوں میں مسلمان بنے۔ فرانس میں قیام کے دوران آپؒ اپنے مریدیں کے مختلف حلقوں میں جاتے اور متعلقین کے شرعی امور اور افعال کی مکمل

نگرانی اور پاسداری فرماتے جس جگہ آپؒ کو کمی پیشی نظر آتی اس کی اصلاح فرماتے دیتے۔ فرانس میں جو لوگ بھی سلسلہ اختریہ سے وابستہ ہوئے ان کی کایا پلٹ جاتی گئی، تمام پانچ وقت نمازوں کا اہتمام کرنا شروع کر دیا، شریعت کے مطابق داڑھی، حلیہ اور لباس عین شریعت کے مطابق اور اخلاقیات و معاملات اسلام کے مطابق اور گھروں میں بھائی چارہ اور معاشرت آپؒ کے مریدون میں واضح دکھائی دیتا ہے۔ آپؒ مال کی فراوانی کے باوجود اسراف کے سخت مخالف تھے۔ سلسہ اختریہ کی وجہ سے فرانس کے لوگ تصوف کی سادہ اور عام فہم تعلیم سے روشناس ہوئے اور اپنی روحانی اصلاح کی، سلسلہ اختریہ کی بدولت فرانس کے لوگوں کی دل کی اجڑی ہوئی بستیاں ذکر اللہ سے آباد ہو گئیں۔ جیسے موجودہ دور میں فرقہ پرستی، دہشتگردی، تعصب، جھوٹ، ظاہر داری اور ریاکاری جیسے ناسور معاشرے میں پروان چڑھ رہے ہیں، ایسے حالات سلسلہ اختریہ نے فرانس میں، انسان دوستی، رواداری، وحدت انسانی، بھائی چارہ اور تقویٰ کی پاسداری کو اپنا نصب العین بنایا۔

خلاصہ بحث

مولنا شاہ حکیم محمد اخترؒ نے اپنی حیات میں فرانس میں کئی بار تبلیغی اسفار کیے جسکی بدولت فرانس میں آپؒ کے مریدین کی ایک بہت بڑی جماعت وجود میں آئی۔ آپؒ کے سلسلہ تصوف جو سلسلہ اختریہ کے نام سے جانا جاتا ہے سے فرانس کے لوگوں کی اصلاح اور ان کے تزکیہ نفس اور ہدایت کا ذریعہ بنا۔ اللہ پاک نے مولانا شاہ حکیم اختر کو ذہن و فکر کی صلاحیت سے نوازا تھا، انھوں نے جہاں فرانس کے معاشرے کے مختلف افراد میں پیدا ہو جانے والی خرابیوں کی وضاحت کی۔ فرانیسی معاشرہ میں تصوف کی تعلیمات میں قولی مشائخ کی جانب سے اس قدر غیر اسلامی عقائد کی آمیزش ہو چکی تھی کہ ان کی اصلاح کرنا تقریباناممکن ہو گیا تھا۔ ان حالات میں مولانا شاہ حکیم آپؒ نے اپنے سلسلہ تصوف پر عمل پیرا ہونے کے لۓ مختلف روح کی بیماریوں کی نشاندہی کی ہے اور ان روحانی بیماریوں کا علاج بھی بیان فرمایا۔ سلسلہ اختریہ تصوف و سلوک، افراط و تفریط سے پاک اور خالص اسلامی عقائد و نظریات کا مجموعہ ہے مولانا شاہ حکیم اخترؒ نے اپنے سلسلہ میں قرآن و حدیث و سنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ آپؒ نے فرانس میں اپنے مریدین کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا، اس نفسا نفسی اور بے سکونی کے دور میں جب کہ نوع انسانی مختلف انسانی ذہنی امراض کا شکار ہو رہی ہے ہمیں چاہیے کہ تصوف کے ذریعے نہ صرف ہم خود اپنی روحانی تسکین سے حاصل کریں بلکہ دنیا کی دیگر اقوام کی اصلاح کی بھی فکر کریں۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ سورۃ طٰہٰ:124/20

2۔ سورۃ النحل:97/16

3۔ میر، عشرت جمیل، معارف ربانی، کتب خانہ مظہری، کراچی، 2016، ص:271

4۔ میر، عشرت جمیل، معارف ربانی، ص:286

5۔ میر، عشرت جمیل، معارف ربانی، ص:296

6۔ آلوسی، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1418ھ، 110/27

7۔ میر، عشرت جمیل، معارف ربانی، ص:316

8۔ میر، عشرت جمیل، معارف ربانی، ص:328

9۔ القاري، علامہ علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کِتَابُ أَسْمَاءِ اللّٰہِ تَعَالَى، باب رحمۃ اللہ تعالیٰ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان، 1422ھ، 161/5

10۔ سورۃ المطففین:15/83

11۔ القاري، علامہ علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کِتَابُ الْمَنَاقِبِ وَالْفَضَائِلِ، باب مناقب العشرۃ المبشرۃ، 274/11

12۔ المتقی، علاء الدین علی، کنز العمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الباب الاول فی خلافۃ الخلفاء، مؤسسۃ الرسالۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1981م، 658/5

13۔ سورۃ النسآء:69/4

14۔ القاري، علامہ علی بن سلطان محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الأطعمۃ، 115/8

15۔ میر، عشرت جمیل، معارف ربانی، ص:346